اسبال ازار پر وضوء ٹوٹنے کی حدیث کی حقیقت

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا يونس بن محمد، قال: حدثنا أبان، وعبد الصمد قال: حدثنا هشام، عن يحيى، عن أبي جعفر، عن عطاء بن يسار، عن بعض أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم قال: بينما رجل يصلي وهو مسبل إزاره إذ قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: " اذهب فتوضأ "، قال: فذهب فتوضأ، ثم جاء، فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: " اذهب فتوضأ "، قال: فذهب فتوضأ، ثم جاء فقال: يا رسول الله؟ ما لك أمرته يتوضأ؟ ثم سكت قال: " إنه كان يصلي وهو مسبل إزاره وإن الله عز وجل لا يقبل صلاة عبد مسبل إزاره "

(مسند احمد:16628، 23217)

جبکہ امام ابو داؤد سجستانی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا موسى بن إسماعيل، حدثنا أبان، حدثنا يحيى، عن أبي جعفر، عن عطاء بن يسار، عن أبي هريرة، قال: بينما رجل يصلي مسبلا إزاره إذ قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: «اذهب فتوضأ»، فذهب فتوضأ، ثم جاء، ثم قال: «اذهب فتوضأ»، فذهب فتوضأ، ثم جاء، فقال له رجل: يا رسول الله ما لك أمرته أن يتوضأ، ثم سكت عنه، فقال: «إنه كان يصلي وهو مسبل إزاره وإن الله تعالى لا يقبل صلاة رجل مسبل إزاره»

(سنن ابی داؤد:638، 4086)

مزید، امام ابو بکر البزار رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

حدثنا إبراهيم، قال: حدثنا موسى بن إسماعيل، قال: حدثنا أبان بن زيد، عن يحيى بن أبي كثير، عن أبي جعفر المدني، عن عطاء بن يسار، عن أبي هريرة، قال: بينما رجل يصلي مسبلا إزاره إذ قال له رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذهب فتوضأ، وجاء ثم قال اذهب فتوضأ، فذهب فتوضأ، ثم جاء، فقال رجل: يا نبي الله أمرته يتوضأ ثم سكت عنه، قال: إنه كان يصلي وهو مسبل إزاره وإن الله تعالى لا يقبل صلاة رجل مسبل إزاره.

(مسند البزار–البحر الزخار:8762)

امام ابو محمد الحارث اور امام احمد بن منیع رحمہا اللہ اپنی مسند میں یحیی بن ابی کثیر کی صراحت سماع کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، ثنا هِشَامُ الدَّسْتُوَائِيُّ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، حَدَّثَنِي أَبُو جَعْفَرٍ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَسَارٍ، عَنْ رَجُلٍ، مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: بَيْنَمَا النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَرَجُلٌ يُصَلِّي مُسْبِلًا إِزَارَهُ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «تَوَضَّأْ و أَحْسِنْ صَلَاتَكَ» فَرَفَعَ الرَّجُلُ إِزَارَهُ فَسَكَتَ عَنْهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ , فَقِيلَ لَهُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ أَمَرْتَهُ أَنْ يَتَوَضَّأَ و يُحْسِنَ صَلَاتَهُ ثُمَّ سَكَتَّ عَنْهُ فَقَالَ: « إِنَّهُ كَانَ مُسْبِلًا إِزَارَهُ، وَإِنَّ اللَّهَ لَا يَقْبَلُ صَلَاةَ مُسْبِلٍ إِزَارَهُ فَلَمَّا رفع سكت عنه

(مسند الحارث(138)اور تحاف الخیرة المھرة بزوائد المسانید العشرة4/514 نقلا عن مسند احمد بن منیع–وھذا لفظ احمد)

یحیی بن ابی کثیر کے طریق سے یہ حدیث درج ذیل کتب میں بھی درج ہے:

سنن الکبری للنسائی(9623)، سنن الکبری للبیہقی(3304)، اور شعب الایمان للبیہقی(5718)۔

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں سوائے ابو جعفر المدنی کے، اور اس کے تعیین میں محدثین کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔

ابو جعفر المدنی کون ہے؟

اب سوال یہ ہے کہ یہاں ابو جعفر المدنی سے کون مراد ہے؟

عطاء بن یسار رحمہ اللہ کے شاگردوں میں دو ابو جعفر المدنی پائے جاتے ہیں:

1- محمد بن علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب، ابو جعفر المدنی الباقر،

2- ابو جعفر المؤذن الانصاری المدنی

تو یہاں ان میں سے کون مراد ہے؟ ایک ثقہ امام ہے اور دوسرا مجہول۔

اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ امام ابن حبان، امام ابو بکر الباغندی، اور ابو مسلم الکجی وغیرہ رحمہم اللہ نے ان دونوں میں تفریق نہیں کی ہے اور وہ انہیں ایک ہی شخص سمجھتے ہیں، جس کی تفصیل آگے آئے گی ان شاء اللہ۔ جبکہ اصل میں یہ دو لوگ ہیں اور اس سند میں ابو جعفر سے مراد ابو جعفر المؤذن ہے، جس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

ابو جعفر المؤذن کے تعین اور تفریق کے دلائل

اولا:

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:"**أبو جعفر المؤذن الأنصاري المدني مقبول من الثالثة ومن زعم أنه محمد ابن علي ابن الحسين فقد وهم**"(تقریب:8017)۔

ایک دوسری جگہ فرمایا:" **قُلْتُ: وَرَوَاهُ مُحَمَّدُ بْنُ سُلَيْمَانَ الْبَاغَنْدِيُّ، عَنْ أَبِي عَاصِمٍ، فَجَمَعَ بَيْنَ الِاسْمِ وَالْكُنْيَةِ، قَالَ: عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ، وَالظَّاهِرُ أَنَّهُ كَمَا قَالَ الدَّارِمِيُّ، وَمَنْ سَمَّاهُ ظَنَّ أَنَّ أَبَا جَعْفَرٍ مُحَمَّدَ بْنَ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ** "

(الاربعین من عوالی المجیزین لابن حجر:1/101)

ثانیا:

محمد الباقر مؤذن نہیں تھے لہٰذا انہیں ابو جعفر المؤذن سے ملانا ممکن نہیں ہے۔

ثالثا:

محمد الباقر کی ابو ہریرہ سے روایت مرسل ہے کیونکہ انہوں نے ابو ہریرہ کو نہیں پایا، جبکہ ابو جعفر المؤذن نے ابو ہریرہ سے کئی روایات میں سماع کی صراحت کی ہے، مثلا:

امام احمد روایت کرتے ہیں:

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْمَلِكِ بْنُ عَمْرٍو، حَدَّثَنَا هِشَامٌ، عَنْ يَحْيَى، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلي الله عليه وسلم: " ثَلَاثُ دَعَوَاتٍ مُسْتَجَابَاتٌ...."

(مسند احمد:10771)

اور امام نسائی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں:

أَخْبَرَنَا إِسْمَاعِيلُ بْنُ مَسْعُودٍ، حَدَّثَنَا خَالِدٌ، عَنْ هِشَامٍ، عَنْ يَحْيَى بْنِ أَبِي كَثِيرٍ، عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ، أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ، يَقُولُ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صلي الله عليه وسلم: " إِذَا بَقِيَ ثُلُثُ اللَّيْلِ يَنْزِلُ اللَّهُ"

(سنن الکبری للنسائی:10237)

رابعا:

یحیی بن ابی کثیر کے شیوخ میں محمد الباقر نہیں ہیں اور نہ ہی ان سے ان کی کوئی روایت موجود ہے۔ جبکہ ابو جعفر المؤذن سے ہی ان کی روایت ثابت ہے۔

خامسا:

یحیی بن ابی کثیر عن ابی جعفر کی حدیث کے تحت امام ترمذی فرماتے ہیں:" **وأبو جعفر، هذا الذي روى عنه يحيى بن أبي كثير، يقال له: أبو جعفر المؤذن، وقد روى عنه يحيى بن أبي كثير غير حديث، ولا نعرف اسمه** "

(سنن ترمذی:5/502)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ:

1- امام ترمذی دونوں میں تفریق کرتے تھے، اور

2- یحیی بن ابی کثیر جن سے روایت کرتے ہیں وہ ابو جعفر المؤذن ہیں۔

سادسا:

امام ابو محمد الدارمی رحمہ اللہ یحیی عن ابی جعفر کی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:" **أَبُو جَعْفَرٍ: رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ** "(سنن الدارمی:2781)

اس سے پتہ چلتا ہے کہ:

1- امام دارمی ان دونوں میں تفریق کرتے تھے،

2- اور یحیی جس سے روایت کرتے ہیں وہ ابو جعفر المؤذن ہے۔

سابعا:

امام مسلم بن الحجاج رحمہ اللہ نے ان دونوں کے الگ تراجم ذکر کیے اور یحیی بن ابی کثیر کو صرف ابو جعفر کے اکلوتے تلمیذ کے طور پر ذکر کیا ہے، نیز فرماتے ہیں:" **أبو جعفر سمع أبا هريرة روى عنه يحيى بن أبي كثير.**"

(الکنی والاسماء لمسلم:547)

ثامنا:

حافظ عبد الحق الاشبیلی رحمہ اللہ اسی اسبال والی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:"**أبو جعفر هذا غير معروف** "

(الاحکام الوسطی:1/317)

تاسعا:

امام منذری رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:"**في إسناده أبو جعفر وهو رجل من المدينة لا يُعرف اسمه**"

(مختصر سنن ابی داود:1/324)

عاشرا-

حافظ ابن القطان الفاسی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:"**وأبو جعفر هو المؤذن، يروي عنه يحيى بن أبي كثير، لا يعرف روى عنه غيره، ذكره بذلك مسلم والترمذي، ولا تعرف له حال.**"

(بیان الوہم والایہام:4/625)

اس تفصیل سے یہ واضح ہوا کہ محمد الباقر اور ابو جعفر المؤذن دو الگ لوگ ہیں اور اس سند میں ابو جعفر سے مراد ابو جعفر المؤذن ہے۔ اور بعض محدثین کو غلطی لگی اور انہوں نے ان دونوں کو ایک ہی شخص بنا دیا ہے جو غلط ہے۔

اب دیکھتے ہیں کہ ابو جعفر المؤذن کے کیا حالات ہیں؟ وہ ثقہ ہے یا مجہول؟

ابو جعفر المؤذن مجهول الحال ہے۔

ابو جعفر المؤذن کو کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا ہے بلکہ سب نے اسے مجہول الحال کہا ہے، چنانچہ:

1- حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"**أبو جعفر المؤذن الأنصاري المدني مقبول من الثالثة**"

(تقریب التہذیب:8017)

2- علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"**والحديث منسوخ وضعيف- أيضاً-، لأن فيه رجلاً مجهول الاسم، وهو أبو جعفر المذكور**"

(شرح ابی داوٗد:3/169)

3- حافظ عبد الحق الاشبیلی رحمہ اللہ اسی حدیث کے تحت فرماتے ہیں:"**أبو جعفر هذا غير معروف** "

(الاحکام الوسطی:1/317)

4- حافظ ابن القطان الفاسی رحمہ اللہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں:**"وأبو جعفر هو المؤذن، يروي عنه يحيى بن أبي كثير، لا يعرف روى عنه غيره، ذكره بذلك مسلم والترمذي، ولا تعرف له حال."**

(بیان الوہم والایہام:4/625)

5- علامہ عبد الرؤوف المناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"أعله المنذري فقال فيه أبو جعفر رجل من المدينة لا يعرف"

(فیض القدیر:2/274)

اس کے برعکس ابو جعفر کی توثیق کے لئے درج ذیل دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

پہلا استدلال: یحیی بن ابی کثیر صرف ثقہ سے روایت کرتے ہیں؟

اس بات کا مدار درج ذیل قول پر ہے:

امام أبو حاتم الرازي رحمہ اللہ (المتوفی 277) فرماتے ہیں:

"يحيى بن ابى كثير امام لا يحدث الا عن ثقة"

(الجرح والتعدیل لابن أبي حاتم:9/142)

تو عرض ہے کہ یہ کوئی حتمی قاعدہ نہیں ہے۔ اگر صحیح معنی میں یہ قاعدہ کسی پر فٹ ہونا ہی چاہیے تو صرف ان لوگوں پر جو خود اپنی طرف سے صراحت کریں کہ میں صرف ثقہ سے روایت کرتا ہوں جیسے شعبہ یا یحیی القطان وغیرہ ہیں، اور پھر ان پر بھی یہ قاعدہ اکثریت پر مبنی ہو گا۔

لیکن جن کے بارے میں دوسرے لوگ یہ فیصلہ اپنی طرف سے اخذ کریں تو یہ کوئی حتمی بات نہیں ہوتی بلکہ اس کہنے والے کا اپنے محدود مطالعے کے مطابق محض ایک اندازہ ہوتا ہے جو غلط بھی ہو سکتا ہے۔

اس کے برعکس امام یحیی بن ابی کثیر کے شیوخ کے متعلق اس قاعدے کو کسی بھی امام یا محدث نے استعمال نہیں کیا ہے، اور انہوں نے یحیی کے کئی شیوخ کو صراحتا مجھول قرار دیا ہے، مثلا:

أبو إبراهيم الأشهلي

امام ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں:" **مجهول** "(الکاشف، ومیزان)

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:"**مقبول**"(تقریب)

أبو إسحاق القرشي

امام ذہبی ان کے متعلق فرماتے ہیں:"**مجهول**"(میزان ودیوان)

ابن حجر فرماتے ہیں:"**مقبول**"(تقریب)

أبو حفصة مولي عائشة رضي الله عنها

امام دارقطنی ان کے معلق فرماتے ہیں:" **مجهول، لا أعلم حدث به عنه غير يحيى بن أبي كثير**"(سؤالات البرقاني)

امام ذہبی فرماتے ہیں:"**لا يعرف**"(میزان)

امام ابن حجر فرماتے ہیں:"**مقبول**"(تقریب)

أبو مزاحم، المَدَنِيّ

ابن حجر فرماتے ہیں:"**مجهول**"(تقریب)

امام دارقطنی فرماتے ہیں:"**لا يعرف يترك**"(سؤالات البرقانی)

أبو همام الشعباني

الحسینی فرماتے ہیں:"**مجهول**"(تعجیل المنفعہ:2/555)

الہیثمی کہتے ہیں:" **لم أعرفه**"(مجمع الزوائد)

الربيع بن محمد

ابن حجر فرماتے ہیں:" **مجهول**"(تقریب)

ثمامة بن كلاب

امام بیہقی فرماتے ہیں:" **مجهول**"(سنن الکبری)

ابن حجر فرماتے ہیں:"**مقبول**"(تقریب)

حمان الهنائي

امام ابن حزم فرماتے ہیں:"**لا يعرف**"(المحلی)

امام ذہبی فرماتے ہیں:"**لا يدري من هو**"(لسان)

ابن حجر فرماتے ہیں:"**مستور**"(تقریب)

اس سے معلوم ہوا کہ محدثین یحیی بن ابی کثیر کا کسی سے روایت کرنے کو اس کی توثیق نہیں سمجھتے تھے۔ یہ تو بڑی دور کی بات ہے امام ابو حاتم جنہوں نے کہا کہ یحیی صرف ثقہ سے روایت لیتے ہیں، وہ خود اس قاعدے کو نہیں مانتے۔

امام ابو حاتم الرازی کا خود یحیی بن ابی کثیر کے شیوخ کو مجہول کہنا:

چند مثالیں کتاب الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم سے درج ذیل ہیں:

636 – عبد الله بن أبي الفضل المديني روى عن أبي هريرة روى عنه يحيى بن أبي كثير سمعت أبي يقول ذلك وسمعته يقول: لم يرو عنه غير يحيى بن أبي كثير ولا نعرفه.

1026 – على بن سلمة القرشى مديني روى عن أبي هريرة روى عنه يحيى بن أبي كثير سمعت أبي يقول ذلك ويقول هو شيخ مجهول لا أعلم، روى عنه غير يحيى بن ابى كثير.

1108 – محمد بن ايوب يمامى روى عن ابى هريرة قال من بزق في المسجد، وروى عن سحيم مولى ابى هريرة، وروى عن ابن حسن بن عبد الرحمن ابن عوف روى عنه يحيى بن أبي كثير والاوزاعي وعكرمة بن عمار سمعت أبي يقول ذلك، وكان البخاري جعله ثلاثة اسامى فسمعت ابى يقول هم واحد، نا عبد الرحمن قال سألت أبي عنه فقال هو شيخ مجهول.

1120 – محمد بن ابان المزني يمامى روى عن عروة بن الزبير والقاسم ابن محمد روى عنه يحيى بن ابى كثير والاوزاعي، نا عبد الرحمن قال سمعت أبي يقول ذلك وسألته عنه فقال هو شيخ من اهل اليمامة لا أعلم أحدا روى عنه غير يحيى بن أبي كثير والاوزاعي.

1456 – أبو ابراهيم الاشهلى الأنصاري روى عن أبيه روى عنه يحيى بن أبي كثير سمعت أبي يقول ذلك. نا عبد الرحمن قال سمعت أبي يقول: أبو ابراهيم الانصاري الذي روى عنه يحيى بن ابى كثير لا يدرى من هو ولا ابوه.

اس سے واضح ہوتا ہے کہ امام ابو حاتم الرازی خود یحیی بن ابی کثیر کا کسی سے روایت کرنے کا کوئی اعتبار نہیں کرتے تھے۔

اس کے دو ہی مطلب ہو سکتے ہیں:

1- امام ابو حاتم کا یہ قول کہ یحیی ثقہ سے ہی روایت لیتے ہیں، منسوخ ہے۔

2- یا، امام ابو حاتم کی اس قول سے مراد کچھ اور ہے۔

اول قول بعید ہے، البتہ ان کے اس قول کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ ان کی مراد یہ ہو گی کہ یحیی بن ابی کثیر عمومی طور پر ایسے لوگوں سے روایت کرتے ہیں جو دیگر محدثین کے نزدیک معروف ثقہ ہیں، یعنی ان کے اساتذہ میں اکثر لوگ ثقہ ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ روایت ہی صرف ثقہ سے لیتے ہیں۔

اتفاقا اکثر شیوخ کا ثقہ ہونا ایک چیز ہے، اور

روایت صرف ثقہ سے ہی لینے کی قید لگانا بالکل الگ چیز ہے۔

اور امام ابو حاتم کی یہاں مراد غالبا دوسری مذکورہ بات ہے۔

دوسرا استدلال: امام ترمذی کا ابو جعفر کی روایت کو حسن کہنا

اس کا جواب یہ ہے کہ امام ترمذی کی تحسین کا کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا کیونکہ آپ خصوصا تحسین میں متساہل تھے اور مجاہیل کی روایات کو بھی حسن کہ دیا کرتے تھے، چنانچہ امام ذہبی فرماتے ہیں:

" وقسم في مقابلة هؤلاء كأبي عيسى الترمذي وأبي عبد الله الحاكم وأبي بكر البيهقي متساهلون"

(ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل: ص172)

چنانچہ ایک جگہ امام ترمذی کی تحسین کا اعتبار نہ کرتے ہوئے عمارۃ بن حدید کے متعلق حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

"**مجهول**"(تقریب)

اور امام ذہبی فرماتے ہیں:" **مجهول**"(میزان) اور دوسری جگہ فرمایا:"**لا يدري من هو**"(الکاشف)۔

تیسرا استدلال: امام ابن حبان کا ابو جعفر کی روایت کو اپنی صحیح میں ذکر کرنا

اس تصحیح کا بھی کوئی اعتبار نہیں کیونکہ امام ابن حبان توثیق میں متساہل تو ہیں ہی لیکن یہاں ان کی تصحیح کے مردود ہونے کی ایک اور وجہ بھی ہے۔

اور وہ یہ کہ امام ابن حبان ابو جعفر المؤذن اور محمد الباقر میں فرق نہیں کرتے تھے، لہٰذا ابو جعفر کی جس حدیث کو انہوں نے اپنی صحیح میں ذکر کیا ہے اس میں انہوں نے ابو جعفر کو محمد الباقر کہہ کر اس کی تصحیح کی ہے، چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

أخبرنا محمد بن سليمان بن فارس، حدثنا الحسين بن عيسى البسطامي، قال: حدثنا عبد الصمد، قال: حدثنا هشام الدستوائي، عن يحيى بن أبي كثير، عن أبي جعفر، عن أبي هريرة، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم، أنه قال: «ثلاث دعوات مستجابات لا شك فيهن: دعوة المظلوم، ودعوة المسافر، ودعوة الوالد على ولده»

قال أبو حاتم رضي الله عنه: «اسم أبي جعفر محمد بن علي بن الحسين بن علي بن أبي طالب»

(صحیح ابن حبان:6/416ح2699)

لہٰذا امام ابن حبان جس راوی کی تصحیح کر رہے ہیں وہ ابو جعفر المؤذن ہے ہی نہیں، تو اس استدلال کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

چوتھا استدلال: امام نووی کا ابو جعفر کی روایت کو صحیح علی شرط مسلم کہنا

اس قول کے مردود ہونے میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ یہ امام نووی کی واضح غلطی ہے، کیونکہ ابو جعفر المؤذن کی کوئی روایت صحیح مسلم میں موجود نہیں ہے لہٰذا اس روایت کا مسلم کی شرط پر صحیح ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا۔

اور غالباً امام نووی بھی ابن حبان وغیرہ کی طرح ابو جعفر سے مراد محمد الباقر کو لیتے ہیں کیونکہ اسی صورت میں یہ اسناد مسلم کی شرط پر ہو سکتی ہے۔

لہٰذا اس قول سے استدلال نہیں لیا جا سکتا۔

پانچواں استدلال: امام ذہبی کا اس روایت کو اسنادہ صالح کہنا

اس قول کا جائزہ لینے سے پہلے ہم امام ذہبی کی مکمل بات کو نقل کر لیتے ہیں:

كراهية إسبال الإزار في الصلاة

٢٩٣٢ ـ أبان (د)[٢]، نا يحيى بن أبي كثير، عن أبي جعفر، عن عطاء بن يسار، عن أبي هريرة قال: «بينما رجل يصلي مسبل إزاره فقال له رسول الله ﷺ: اذهب فتوضأ، فتوضأ ثم جاء فقال رجل: يا نبي الله، ما لك أمرته يتوضأ ثم سكتَّ عنه فقال: إنه كان يصلي وهو مسبل إزاره وإن الله لا يقبل صلاة رجل مسبل إزاره». خالفه حرب بن شداد، عن يحيى ابن أبي كثير فقال: حدثني إسحاق بن عبد الله بن أبي طلحة أن أبا جعفر المدني حدثه أن عطاء بن يسار حدثه أن رجلاً من أصحاب النبي ﷺ حدثه قال: «بينما نحن مع رسول الله ﷺ فجعل رجل يصلي فقال له رسول الله: اذهب فتوضأ. ثم عاد يصلي فقال له رسول الله ﷺ: اذهب فتوضه فقال رجل: يا رسول الله، ما شأنك أمرته أن يتوضأ ثم سكتَّ عنه؟ فقال: إني إنما أمرته أن يتوضأ أنه كان مسبلاً إزاره ولا يقبل الله صلاة رجل مسبل إزاره». ورواه هشام الدستوائي عن يحيى[٣] عن عطاء بن يسار أن رجلا حدثه.

قلت: خرجه (س)[٤] من طريق خالد بن الحارث، عن هشام، عن يحيى فقال: عن أبي جعفر، عن عطاء، عن رجل وإسناده صالح.

(المهذب في اختصار السنن الكبير: ص680)

اس سیاق کو دیکھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ امام بیہقی اس حدیث کے تحت دیگر رواۃ کا ابان بن یزید العطار کے ساتھ اختلاف یا مخالفت ذکر کر رہے ہیں، کیونکہ ابان اکیلے ہیں جو اسے ابوہریرہ کی صراحت کے ساتھ روایت کرتے ہیں جبکہ باقی سب اسے 'عن رجل من اصحاب النبی ﷺ' کے ساتھ نقل کرتے ہیں۔

اور اسی اختلاف کو مزید قوی کرتے ہوئے امام ذہبی نے ایک دوسرا طریق ذکر کیا جس میں عن رجل ہے اور پھر اس کو انہوں نے اسنادہ صالح کہا ہے۔ ورنہ اگر ان کی مراد سند کے رجال کی توثیق کرنا ہوتی تو رجال تو پہلی اور دوسری سند کے بھی ثقہ ہیں تو پھر اسی مخالفت والی سند کو ہی ذکر کر کے اسنادہ صالح کیوں کہنا پڑا؟

اس کا واضح مطلب ہے کہ یہاں اسنادہ صالح سے امام ذہبی کی مراد یہ ہے کہ یہ اسناد ابوہریرہ کے ذکر کے بغیر ہی محفوظ ہے۔

اور یہ کوئی پہلی بار نہیں ہے بلکہ دیگر جگہوں پر بھی امام ذہبی نے مخالفت والی اسانید میں سے محفوظ اسناد کو واضح کرنے کے لئے اسنادہ صالح کا استعمال کیا ہے، مثلا آپ ایک جگہ فرماتے ہیں:

"وروى يحيى بن غيلان– ثقة– نا أبو عوانة عن الأعمش عن الضحاك عن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: (منا السفاح ومنا المنصور) . وقال علي بن الجعد وأبو النضر: نا زهير

بن معاوية، نا ميسرة بن حبيب عن المنهال بن عمرو عن سعيد بن جبير سمع ابن عباس يقول: (منا السفاح ومنا المنصور ومنا المهدي) فهذا إسناده صالح والذي قبله منكر وهو منقطع."

(تاریخ الاسلام:9/467)

اور اس کے علاوہ امام ذہبی عموماً جب اسنادہ صالح کہتے ہیں تو اس سے ان کی مراد تصحیح یا تحسین نہیں ہوتی بلکہ امام ذہبی اس قول کو ان روایات پر استعمال کرتے ہیں جو:

صالح للاستشہاد ہوں، یا

سند شذوذ و مخالفت سے پاک ہو، یا

اسناد نہ صحیح ہو نہ حسن ہو بلکہ اس میں کچھ ضعف پایا جاتا ہو۔

اس کی ایک مثال درج ذیل ہے، امام ذہبی ایک جگہ فرماتے ہیں:

"ثم يليه ما كان إسناده صالحا، وقبله العلماء لمجيئه من وجهين لينين فصاعدا"

(سیر اعلام النبلاء:13/214)

اس قول سے معلوم ہوتا ہے کہ امام ذہبی کے نزدیک ایک اسناد صالح ہونے کے باوجود بھی لین ہو سکتی ہے۔ اور اگر دو اسانید ایسی ہوں تو وہ ایک دوسرے کو تقویت دے دیتی ہیں۔

الغرض امام ذہبی کے نزدیک "اسنادہ صالح" کا مرتبہ وہی ہے جو ابن حجر کے نزدیک "مقبول" کا ہے۔

اس کے علاوہ دیگر کئی مقامات پر آپ نے اسنادہ صالح کہہ کر دوسری جگہ اس کے راویوں پر کلام کیا ہے۔

بلکہ ایک جگہ تو راوی کو مجہول کہنے کے بعد بھی اسی اسناد کو صالح کہا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں:

"مداره على الحارث بن عمرو، وفيه جهالة، عن رجال من أهل حمص، عن معاذ. فإسناده صالح"

(سیر اعلام النبلاء:18/472)

اسی طرح ایک دوسری جگہ اپنی سند سے روایت کرتے ہوئے فرمایا:

"أبو هلال، عن حنظلة، عن أنس: إنهم قالوا: يا رسول الله، أينحني بعضنا لبعض إذا التقينا؟ قال: «لا» ، قالوا: فيسجد بعضنا لبعض؟ قال: «لا، ولكن تصافحوا» .

تابعه جرير بن حازم، وابن المبارك، عن حنظلة، أخرجه الترمذي، والقزويني، وإسناده صالح، فقد قال أبو حاتم وغيره: إن حنظلة ليس بالقوي"

(معجم الشیوخ الکبیر للذہبی:2/176)

دیگر مقامات پر بھی امام ذہبی نے حنظلہ کو صراحتاً ضعیف کہا ہے، اور یہاں بھی اسناد کو صالح کہہ کر حنظلہ کے ضعف کو دلیل بنا رہے ہیں۔

ان دلائل سے واضح ہوتا ہے کہ امام ذہبی کا یہاں اسنادہ صالح کہنا توثیق کی کوئی دلیل نہیں ہے اس کے برعکس یہ قول تو اس اسناد پر جرح ہے، اور امام ذہبی خود بھی اس اسناد کو صحیح یا حسن نہیں مانتے بلکہ ان کے نزدیک اس میں ضعف موجود ہے، اور یقیناً وہ ضعف ابو جعفر المؤذن ہی ہے۔ لہٰذا اس سے الٹا اس اسناد کے ضعف کو مزید تصدیق ملتی ہے، والحمدللہ۔

آخر میں عرض کردوں کہ امام ذہبی کے اس قول کے معنی کے متعلق شیخ عبداللہ السعد بھی یہی فرماتے ہیں چنانچہ الموقظہ للذہبی کی شرح میں وہ فرماتے ہیں:

"فنجد في كلامه ألفاظ (صحيح) ، (إسناده صحيح) ، (إسناده جيد) ، ويقول في الإسناد الذي فيه أمثال ابن لهيعة (ممن يكتب حديثهم) ، (اسناده صالح) أي فيه ضعف "

(شرح الموقظہ للذہبی: ص181)

لہٰذا ابو جعفر المؤذن مجہول ہے جیسا کہ ابن حجر و دیگر محدثین نے کہا ہے اور اب امام ذہبی بھی ان میں شامل ہو گئے ہیں! اس لئے اس حدیث کو حسن یا صحیح کہنا صحیح نہیں ہے۔

واللہ اعلم۔